مجالسِ رسول ﷺ۔ آداب و کیفیات

حفصہ نسرین*

سیرت النبی ﷺ کے فہم اور آپ ﷺ کے فیضان کے سرچشموں کے اجراء کی اہم ترین صورت و مظہر آنجناب ﷺ کی مجالس ہیں۔ یہ مجالس کتابت وحی کا مرکز بھی تھیں اور عدالت بھی۔ کسی ہنگامی صورت حال سے نپٹنے کے لیے حکمت عملی تیار کرنے کے لیے مشاورت بھی یہیں ہوتی تھی اور دنیا و عقبیٰ کی فلاح و بہبود کے لیے رہنمائی بھی ملتی۔ یہیں نادار جانثارانِ رسالت اپنی حاجات کی تکمیل کے لیے دست سوال دراز کرتے اور یہیں امراء و رؤسائے عرب جناب رسالت مآب ﷺ سے شرف ملاقات حاصل کرتے تھے۔ یہیں شعر و ادب بھی ہوتا اور ہنسی مزاح بھی۔ قصہ کوتاہ یہ مجالس رسول علم، حکمت و دانائی اور خیر و برکت کا ایک بحر ناپیدا کنار تھیں جن سے آج تک متلاشیانِ علم کسبِ فیض کر رہے ہیں۔ مقالہ ہٰذا میں سیرت النبی ﷺ کے اس وسیع پہلو یعنی مجالس رسول ﷺ کے حوالے سے امہات کتب سیرت و حدیث کے جھروکوں سے چند مناظر پیش کیے جائیں گے کہ: ان مجالس کے آداب، موضوعات، انداز نشست و برخاست، آپ ﷺ کا طرز تکلم، لوگوں سے برتاؤ کا طریقہ کیا تھا۔ نیز یہ کہ ایک مسلمان کو کن آداب مجلس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ مقالہ ہٰذا دو اجزا و اختتامیے پر مشتمل ہے۔ حصہ اوّل میں مجالس رسول ﷺ کا تعارف و تخصّصات پیش کیے جائیں گے۔ حصہ دوم میں نہایت اختصار سے آداب مجلس حدیث کی روشنی میں پیش کیے جائیں گے۔

جزو اوّل: مجالس رسول ﷺ ۔تعارف و تخصصات

مجلس کا لفظ عربی زبان کے سہ حرفی مادے ''ج ل س'' سے ماخوذ ہے۔ اس کے لغوی معنی سخت زمین کے ہیں۔ اسی نسبت سے بلند جگہ یعنی نجد کو بھی ''جلس'' کہا جاتا ہے۔ لغوی رعایت سے انسان کی اپنی مقعد کو سخت زمین پر رکھنے کو جلسہ کہا جاتا ہے۔ اس سے مجلس ماخوذ ہے جس کے معنی نشست گاہ کے ہیں۔ اسی سے مجالسہ ہے جس کے معنی ساتھ بیٹھنے کے ہیں۔ جلیس کے معنی ہم نشین و مصاحبت اختیار کرنے کے ہیں (۱)۔ اس عمومی تعریف کے مطابق مجلس سے مراد ہر وہ جگہ ہے جہاں آدمیوں کا ہجوم/ گروہ ہو۔ نیز بزم، سبھا، بزم گاہ، مجمع، انجمن، جلسہ، کانفرنس سبھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ البتہ احادیث رسول کی روشنی میں ''مجلس'' کا اطلاق محض مجمع یا گروہ پر ہی نہیں ہوگا بلکہ صرف دو یا تین افراد کی ملاقات اور باہمی بات چیت بھی مجلس کہلاتی ہے۔ خواہ یہ بات چیت کسی خاص مقام پر بیٹھ کر کی جائے یا پھر کہیں کھڑے ہو۔ مثلاً آپ ﷺ کے فرامین مبارک ملاحظہ ہوں۔ ''المجالس بالامانۃ'' (۲) مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہیں۔'' حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے حضور ﷺ نے فرمایا ''اذا حدث الرجل بالحدیث ثم التفت فھی امانۃ'' ''جب کوئی شخص [کسی سے] بات کر رہا ہو اور بات کرتے وقت ادھر ادھر دیکھے تو [مطلب یہ ہے] کہ وہ بات امانت ہے۔ اسے افشا نہیں کرنا چاہیے۔'' (۳)۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے راستوں میں مجلسیں لگانے سے منع فرمایا ہے۔ اس سے مراد بھی دو چار افراد کی مجلس ہی ہو سکتی ہے۔ مجمع عظیم یا جم غفیر نہیں۔ مندرجہ بالات معروضات کی روشنی میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جب ''مجلس رسول'' کی اصطلاح استعمال ہو گی تو مراد ہر وہ موقع لیا جائے گا جہاں آنحضور ﷺ بنفسِ نفیس موجود تھے اور صحابہ

---

* اسسٹنٹ پروفیسر/ سینئر ایڈیٹر شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

کرام آپ کے بابرکت و پر مغز کلام سے فیض یاب ہوئے مقام خواہ کوئی بھی تھا اور وقت خواہ کوئی بھی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی مجلس کے شرکاء کی تعداد متعین یا طے شدہ نہیں ہے نیز اس کو بہت زیادہ دقت نظر سے (محفوظ) بھی نہیں کیا گیا۔ شرکائے مجلس رسول کی تعداد ۲، ۳، ۴، دس یا چالیس اور اس سے کہیں زائد ہوتی تھی۔

مقامات مجالس رسول ﷺ:

بالعموم آپ ﷺ کی مجلس کا کوئی حتمی و قطعی طے شدہ مخصوص مقام نہ تھا۔ جہاں بھی آپ تشریف فرما ہوتے وہیں مجلس لگ جاتی تھی۔ وہیں اطراف میں اصحاب جمع ہو جاتے۔ البتہ کچھ مخصوص مقامات بھی تھے مثلاً مکہ مکرمہ میں مسجد حرام اور بعد از بعثت بالخصوص دار ارقم میں آپ ﷺ کی مجلس کا انعقاد ہوا کرتا تھا۔ صفا کے قریب واقع یہی گھر تھا جہاں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی تلاش میں گئے تھے۔ اس وقت وہاں قریباً چالیس مسلمان جمع تھے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی وہیں تھے۔ اسی مجلس میں کچھ گفتگو کے بعد حضرت عمر فاروق نے اسلام قبول کیا...الخ (۴)۔ یہ مقام صحابہ کرام کے لیے گویا ایک کمیونٹی سنٹر تھا جہاں وہ جمع ہوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین سیکھتے سرچشمہ حکمت و دانائی سے علم کی پیاس بجھاتے تھے اور اخلاقیات کے انسانیت ساز اسباق سیکھتے۔ (۵) پھر شعب ابی طالب میں تو تین سال مستقل ہی مجلس رسول کا سماں تھا۔ بعد از ہجرت مدینہ منورہ میں ابتداءً دار ابوایوب انصاری میں اور قباء مسجد میں مجلس لگا کرتی تھی۔ ایک نوزائیدہ اسلامی مملکت میں مسجد نبوی کی اہمیت جہاں اور پہلوؤں سے بہت زیادہ تھی وہیں یہ آنجناب کی بابرکت مجلس کا مقام بھی ٹھہری۔ بعض روایات کے مطابق مسجد نبوی میں ایک خاص مقام مجلس کے لیے وقف تھا(۶)۔ آپ ﷺ کے صحابہ شرف ملاقات کے لیے اسی مقام پر جمع ہوتے اور آپ ﷺ ان سے ہم کلام ہوا کرتے چنانچہ خفاجی شرح الشفاء میں لکھتے ہیں: "ومجلسه اى موضع جلوسه فى الروضة المأثور" (۷) خفاجی کے اسی بیان کو دلیل بنا کر ایک محقق نے رائے قائم کی کہ یہ مقام ریاض الجنتہ [بالفاظ دیگر مقام اصحابہ صفہ] ہے۔ اس موقف کی تائید میں انھوں نے درج ذیل توجیہ پیش کی ہے: یہ مقام مقام رشد و ہدایت تھا اسی نسبت سے اسے استعارۃً ریاض الجنتہ کا نام دیا گیا یا پھر یوں کہیں کہ اسے جنت کا باغ ہونے کی وجہ سے یہ نام دیا گیا کہ اس مقام کی برکات سے لوگ دوہرے فیضاب ہوں۔ اس ضمن میں وہ درج ذیل دلائل پیش کرتے ہیں۔

۱۔ اکثر احادیث کے رواۃ میں سیدہ عائشہ کا نام شامل ہے جب کہ دیگر امہات المومنین کے اسماء نہیں ہیں۔ بیش تر احادیث میں آنجناب سے کسی معاملے کی ساعت یا پھر کسی عمل کی شہادت سیدہ عائشہ سے ملتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کا حجرہ مجلس رسول کے قریب ہی واقع تھا۔ اور یہ حجرہ ریاض الجنتہ کے بالکل قریب تھا۔

۲۔ آنجناب نے فرمایا "خذوا شطر دينكم عن عائشة" یہ حدیث سیدہ عائشہ کے علمی تفوق و برتری اور بالاختصاص آپ ﷺ کی مجلس کی گفتگو سے زیادہ باخبر ہونے پر دلالت بھی کرتی ہے۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں کسی دیوانے کی طرح منبر رسول ﷺ اور حجرۂ عائشہ کے درمیان [زمین پر] پڑا ہوا تھا حالانکہ یہ دیوانگی نہیں بلکہ بھوک کی شدت تھی [جو مجھے بے حال کیے ہوئے تھی]۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ دیگر انصار و مہاجرین کی مانند کاروباری سرگرمیوں میں مشغول نہیں رہتے تھے بلکہ اصحاب صفہ میں سے تھے اس لیے وہ ان معاملات و فرامینِ رسول سے آگاہ تھے جن سے باقی ناآشنا و محروم تھے اور مقام ابوہریرہ [صفہ] ریاض الجنتہ تھا۔ (۸)

اوقاتِ انعقادِ مجلس:

مجلس رسول ﷺ کا کوئی متعینہ وقت نہیں تھا۔ یہ متعدد مقامات پر متعدد و مختلف اوقات پر منعقد ہوتی رہی ہیں

مثلاً:

ا۔ عمومی مجالس: نماز فجر کے بعد اکثر آپ مسجد میں تشریف فرما ہوتے۔ اصحاب آپ کے اطراف میں بیٹھ جاتے اور علم و عرفان سے چشمے سے کسبِ فیض کرتے۔ اس وقت کی مجلس میں عموماً شرکاء کی تعداد کافی ہوتی تھی کیونکہ اس وقت لوگ کاروباری مشاغل سے فارغ ہوتے تھے بنابریں زیادہ افراد صحبت نبوی سے فیض یاب ہو سکتے تھے۔ عرباض رضی اللہ عنہ بن ساریہ سے مروی ہے:

وعظنا رسول الله یاوما بعد صلٰوة الغداةِ موعظة بلیغة زرفت منها العیون ووجلت منها القلوب (۹) -

"رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز کے بعد ایک بلیغ وعظ کہا جس سے آنکھیں اشک ریز ہو گئیں اور دل کانپ اٹھے۔"

بعض روایات کے مطابق ہر نماز کے بعد آپ ﷺ مسجد میں ٹھہرتے تھے اور مجلس لگ جاتی تھی۔ مثلاً غزوۂ حنین کے بعد حضرت کعب بن مالک پر غزوے میں نہ جانے کے سبب عتاب نازل ہوا۔ اسی ضمن میں روایات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد مجلس رسول میں حاضر ہوتے تا کہ آنحضور ﷺ کے مزاج سے معلوم کر سکیں کہ ان کی معذرت قبول ہوئی یا نہیں۔ ان کو معافی ملی یا نہیں (۱۰)۔ اسی طرح ایک بار عصر کی نماز کے بعد آپ ﷺ نے بیان شروع کیا۔ جو بہت طویل تھا۔

ب: کسی خاص موضوع پر بات کرنے کے لیے مجلس کا انعقاد: کبھی یوں بھی ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کسی خاص موضوع پر بات کرنا چاہتے تو خصوصی مجلس بلا لیا کرتے۔ مثلاً غزوہ تبوک کے بعد آنجناب ﷺ نے تالیف قلب کے لیے مالِ غنیمت کا بیش تر حصہ قریش کو بانٹ دیا۔ اس پر بعض نوجوانانِ انصار بد دل ہوئے اور کچھ نامناسب باتیں بھی کر دیں۔ آپ ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو ان کی مجلس بلوالی (۱۱)۔ اسی طرح غزوات یا ہنگامی صورت حال میں مشاورت کے لیے مجلس کا خصوصی انعقاد ہوتا تھا۔ مثلاً غزوہ بدر سے قبل قافلہ ابوسفیان کے حوالے سے مجلس (۱۲)۔

کسی کی عیادت یا تعزیت کے موقعہ پر مجلس کا ماحول بن جایا کرتا تھا۔ آپ ﷺ کسی کی عیادت کو تشریف لے جاتے۔ بالعموم کچھ صحابہ ہمرکاب ہوتے ہوا ایسے موقع پر بھی پر از حکمت گفتگو کی مجلس منعقد ہو جایا کرتی تھی۔ مثلاً دار قطنی نے سنن میں جابر بن عبداللہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ سعد بن ربیع انصاری جن کا گھر اسواف میں تھا، کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ ان کی بیوی نے کھجور کی چٹائی بچھادی۔ آپ ﷺ بھی بیٹھ گئے اور ہم لوگ بھی اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: اب میں تمہیں ایسے شخص کے متعلق بتاؤں گا جو اہل جنت میں سے ہے ازاں بعد آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ذکر فرمایا۔ (۱۳)

ان موقعوں کے علاوہ بھی آپ ﷺ کی مجلس ہو جایا کرتی تھی مثلاً حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے آنحضور ﷺ حوائط مدینہ میں رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے چلا اور باغ کے دروازے پر بیٹھ گیا کہ آپ ﷺ کا دربان بنوں گا۔ فراغت کے بعد آپ ﷺ کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضور ﷺ نے اپنے دونوں قدم مبارک کنویں میں لٹکا دیئے۔ اسی اثناء میں حضرت ابوبکر حاضر ہوئے اور اندر جانے کا اذن طلب کیا۔ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ فرمایا أذن له وبشره بالجنة "انہیں اندر آنے کی اجازت دو۔ اور جنت کی بشارت بھی دو۔ حضرت صدیقؓ اندر آئے اور حضور ﷺ کی دائیں طرف منڈیر پر بیٹھ گئے اور جس طرح

حضور ﷺ نے اپنے پاؤں کنویں میں لٹکائے تھے آپ نے بھی اپنے پاؤں لٹکا دیئے۔ کچھ دیر کے بعد حضرت عمرؓ نے حاضر ہوئے۔ میں نے بارگاہ نبوت میں ان کی آمد کی اطلاع دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ائذن له وبشره بالجنة۔ "بلال انھیں اندر آنے کی اجازت دو نیز انھیں جنت کی خوشی خبری سناؤ۔ آپ داخل ہوئے اور سرور عالم کے بائیں جانب منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اور اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا دیئے۔ پھر کچھ دیر بعد حضرت عثمانؓ حاضر ہوئے میں نے ان کی آمد کی اطلاع دی حضور ﷺ نے فرمایا: "ائذن له یا بلال وبشره بالجنة وعلى بلوى تصيبه "کہ انہیں اندر آنے کی اجازت دو۔ انہیں جنت کی خوشخبری سناؤ اور اس مصیبت کی بھی جو انہیں پہنچے گی۔ حضرت عثمان داخل ہوئے اور حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھ گئے اور پاؤں کنویں میں لٹکا دیئے۔ (۱۴) اسی طرح کسی کے ہاں دعوت، کھانے وغیرہ کے لیے تشریف لے جاتے اصحاب میں سے کچھ لازماً ساتھ ہوتے۔ یہ موقعہ بھی ایک مجلس ہی ٹھہرتا تھا۔ (۱۵)

مجالس میں رسول ﷺ کا انداز:

آپ ﷺ کا انداز نشست:

آنحضور ﷺ کی مجلس بقول سید سلیمان ندوی شہنشاہ کونین کا دربار نقیب و چاؤش اور حیل و حشم کا دربار نہ تھا۔ دروازے پر دربان بھی نہیں ہوتے تھے۔ تاہم جلال نبوت سے ہر شخص پیکر تصویر نظر آتا تھا (۱۶)۔ چنانچہ مجلس کا عمومی رنگ یہ ہوتا کہ آپ ﷺ وسط میں بیٹھے ہوئے اور اطراف میں صحابہ بیٹھے ہوتے تھے۔ کسی مجلس و مجمع میں آپ ﷺ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی تھی بیٹھ جاتے تھے اور یہی حکم صحابہ کو دیا کرتے تھے۔ مجالس میں آپ ﷺ کی نشست کے چند طریقے روایت کیے گئے ہیں مثلاً قرفصاء: یعنی پاؤں پر یوں بیٹھنا کہ رانیں اور پنڈلیاں مل جائیں حضرت مخرمہ کی صاحبزادی فرماتی ہیں: " رأيت رسول الله قاعدًا القرفصاء" (۱۷)۔ "میں نے رسول اللہ ﷺ کو قرفصاء کی حالت میں بیٹھے دیکھا"۔ اسی طرح تربع یعنی چار زانوں بیٹھنا بھی روایت کیا گیا ہے (۱۸)۔ اسی طرح احتباء یعنی گھٹنے کھڑے کرکے انہیں اپنے دونوں ہاتھوں سے گھیر لینا بھی آپ ﷺ کا ایک انداز نشست تھا۔ حضرت ابن عمرؓ نے آپ ﷺ کو صحن کعبہ میں اسی انداز میں بیٹھے ہوئے دیکھا (۱۹)۔ بسا اوقات آپ ﷺ تکیے سے ٹیک لگا کر بھی بیٹھتے تھے۔ حضرت جابر بن سمرة سے روایت ہے: "رأيت رسول الله متكئاً على يساره۔" (۲۰) "میں نے رسول اللہ ﷺ کو داہنی طرف ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔" اسی طرح ابی بکرہؓ سے مروی ہے: "ان رسول الله قال ألا احدثكم باكبر الكبائر الاشراک بالله وعقوق الوالدين وكان متكئاً فجلس قال ..." (۲۱) "رسول اللہ نے فرمایا..." : "کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑے گناہ کبیرہ کے بارے میں نہ بتادوں۔ صحابہ نے کہا اللہ کے رسول کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی" اور آپ اٹھ بیٹھے حالانکہ ٹیک لگائے ہوئے تھے پھر فرمایا" : بالعموم یہ مجلس ایک حلقے کی صورت ہوتی تھی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر اہل مجلس سے مخاطب ہوتے تھے۔ منبر بن جانے کے بعد اس پر بیٹھ کر بھی مجمع سے مخاطب ہوتے تاہم عمومی مجالس حلقے کی صورت میں ہی ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ یوں اصحاب میں گھلے ملے بیٹھے ہوتے تھے کہ باہر سے آنے والے انجان لوگ آپ ﷺ کو پہچان ہی نہ پاتے تھے۔ مثلاً حضرت انس بن مالک سے روایت ہے: " أن ضمامًا بن ثعلبه السعدى لما دخل المسجد قال : ايكم محمد قال أنس والنبى متكئى بين ظهرانيهم۔" (۲۲) "ضمام بن ثعلبہ السعدی مسجد میں داخل ہوئے۔ کہا آپ میں سے محمد کون ہیں؟ انس رضی اللہ عنہ نے کہا نبی ﷺ تو ہمارے درمیان ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔"

مجلس میں آپ ﷺ کا انداز تکلم:

آپ ﷺ کی مجالس میں گفتگو کے مختلف انداز ہوا کرتے تھے مثلاً:

عمومی وعظ: یہ انداز عموماً نماز کے بعد ہوتا جس میں آپ ﷺ خود کسی موضوع پر وعظ و نصیحت فرماتے۔ یا پھر کسی کو کسی کام سے روکنا مطلوب ہوتا تو ایک عمومی موضوع کی صورت اپنا منشا پیش فرماتے تھے۔ مثلاً عرباض بن ساریہ سے روایت ہے: "وعظنا رسول الله يوما بعد الصلوٰة الغداة موعظة بليغة ذرفت منها العيون و وجلت منها القلوب۔" (۲۳) "ایک روز رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد ایک بلیغ وعظ کہا جس سے آنکھیں اشک ریز ہو گئیں اور دل کانپ اٹھے۔" اس نوع کی مجلس میں وعظ و نصیحت اور اس قسم کی جزئی باتوں پر گفتگو ہوتی تھی جس میں آپ ﷺ وعظ فرماتے۔

سوال جواب کا انداز:

یہ دو طرفہ تھا یعنی بسااوقات حاضرین مجلس میں آکر آپ ﷺ سے سوال پوچھتے اور آپ ﷺ جواب مرحمت فرماتے تھے۔ یوں ہی مجلس آگے چلتی رہتی۔ بسااوقات آپ ﷺ خود سوال جواب یعنی مکالمے کا سا انداز اختیار فرماتے کیونکہ یہ انداز کسی کو کوئی بات ذہن نشین کرانے کے لیے بہت موثر ثابت ہوتا ہے۔ آپ ﷺ سوال پوچھتے اور صحابہ گفتگو میں شامل ہو جاتے نیز غور و فکر سے ان کی صلاحیتوں کو جلا ملتی تھی۔ اس قسم کی چند مثالیں برائے ملاحظہ ہیں ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا: "اتدرون من المسلم؟" صحابہ نے عرض کیا: الله ورسوله اعلم؟ تو فرمایا: المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده۔ پھر فرمایا: اتدرون من المؤمن؟ تو کہا: الله ورسوله اعلم؟ فرمایا: المؤمن من امنة المومنون على انفسهم واموالهم۔ اسی طرح ایک بار آپ ﷺ نے سوال کیا کہ اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے سامنے نہر بہہ رہی ہو اور کوئی شخص روزانہ پانچ مرتبہ اس میں غسل کرے تو کیا اس پر میل رہ سکتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اس پر ذرا بھی میل نہیں رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے کہ اللہ ان کے ذریعے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔" (۲۴)

مجالس رسول ﷺ میں ہونے والی سرگرمیاں:

یہ مجالس متنوع الجہات سرگرمیوں کا محور و مرکز تھیں۔ مثلاً:

☆ ابلاغ دین:۔ مجالس کا اولین مقصد و مدعا تو ابلاغ دین تھا بدیں سبب تعلیمات دین، اوامر و نواہی، آخرت کے متعلق پیشین گوئیاں، اس کے احوال و واقعات سبھی مجالس کا موضوع خاص ہوتے تھے۔ اس کی مثالوں کا شمار امر محال ہے کتب حدیث و سیرت کے اوراق ان سے بھرے ہوئے ہیں۔

☆ مجلس بطور عدالت: انھی مجالس میں آپ ﷺ لوگوں کے قضایا نبٹاتے ان کے فیصلے کرتے۔ مسلمانوں کے بھی اور غیر مسلموں کے بھی۔ مثلاً ایک بار مجلس میں تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب آئے اور اقرار کیا کہ گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے رخ پھیر لیا...الخ (۲۵)۔ اسی طرح یہود کے رجم کا قضیہ بھی آپ ﷺ کی مجلس میں لایا گیا اور آپ ﷺ نے اس کا فیصلہ فرمایا (۲۶)۔

☆...حاجت برآری کا مرکز: نادار لوگ انھی مجالس میں حاضر ہو کر اپنی حاجات پیش کرتے اور آپ ﷺ ان کی حاجات کی تکمیل فرماتے مثلاً قاضی عیاض نے الشفاء میں ایک اعرابی کا قصہ لکھا ہے جو مجلس میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اور دست سوال دراز کیا۔ اس کی حاجت بارگاہ رسالت سے پوری کی گئی۔ (۲۷)

☆...ادبی سرگرمیاں: یہ مجالس سنجیدہ اور اہم ترین موضوعات کے ساتھ ساتھ ادبی سرگرمیوں کا مرکز بھی تھیں۔ یہاں

ضرب الامثال پیش کیے جاتے۔ عہد جاہلیت کے قصے اور باتیں وغیرہ سنائی جاتیں۔ صحابہ قصے وغیرہ پیش کرتے تو کبھی آپ ﷺ اس پر سکوت فرماتے اور سنتے رہتے۔ کبھی مسکرادیتے۔ اسی طرح شعر وشاعری بھی ہوا کرتی تھی۔ صحابہ کرام شعر سناتے تھے۔ مثلاً ترمذی نے جابر بن سمرۃ سے روایت کیا ہے "جالست رسول الله اکثر من مائة مرة وكان اصحبه يتنا شدون الشعر، ويتذاكرون من امر الجاهلية وهو ساكت وربما تبسم معهم" (۲۸)۔ "مجھے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ سو بار سے زیادہ بیٹھنے کا شرف حاصل ہے، آپ کے صحابہ شعر پڑھتے (سنتے سناتے) تھے اور جاہلیت کی بہت سی باتیں باہم ذکر کرتے تھے۔ آپ ﷺ چپ بیٹھے رہتے اور کبھی کبھی ان کے ساتھ مسکرانے لگتے۔" ایک روایت کے مطابق کعب بن زھیر نے ایک مجلس میں قصیدہ پیش کیا۔ اپنی سواری کے اوصاف بیان کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

قنواء في حرتيها للبصير بها عتق مبين وفي الخدين تسهيل

نبی ﷺ نے اپنے صحابہ سے پوچھا: حرتاھا کیا ہے؟ بعض نے جواباً کہا "اس کی آنکھیں" اور بعض نے کہا "اس کے کان"۔ اور جب وہ مہاجرین کی مدح پر پہنچے تو آپ ﷺ نے اپنے اطراف میں موجود قریش کی جانب دیکھا (۲۹)۔ اسی طرح حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے ایک مرتبہ ایک دیہاتی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور بڑی شستہ گفتگو کی۔ اسے سن کر جناب رسول اللہ نے فرمایا بعض اشعار دانائی سے بھرپور ہوتے ہیں اور بعض بیان جادو سا اثر رکھتے ہیں (۳۰)۔

☆...اکل وشرب کا اہتمام: بسا اوقات انہی مجالس میں کھانے پینے کا اہتمام بھی ہوتا۔ کبھی کہیں سے کوئی تحفہ آتا مثلاً کھجوریں جو سب اہل مجلس کو پیش کی جاتی تھیں۔ یوں دعوت کا سماں ہوجاتا مثلاً حضرت سلمان فارسی نے روایت کیا کہ انھوں نے لکڑیاں اکٹھی کرکے بیچیں اور حاصل شدہ رقم سے کھانا تیار کیا وہ کھانا لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صحابہ کی جماعت میں تشریف فرما تھے میں نے وہ کھانا آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ ہدیہ ہے۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا اور صحابہ سے بھی فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر تم بھی کھاؤ" (۳۱)۔

☆...وفود سے ملاقات کا مرکز: بیرون مدینہ سے آنے والے وفود سے انہی مجالس میں آپ ﷺ کی ملاقات ہوا کرتی تھی۔ اس کا تذکرہ تمام کتب سیرت میں موجود ہے۔

☆...مزاح وشگفتہ مزاجی: ہدایت وارشاد، اخلاق اور تزکیہ نفوس کا مقام ومرکز ہونے کے ساتھ ساتھ یہ مجالس شگفتہ مزاجی کے اثر سے خالی نہ تھیں۔ (۳۲)

آنحضور ﷺ کا طرز تخاطب:

ہر محفل ومجلس میں آنحضور ﷺ کا بنیادی مقصد ابلاغ دین ہوتا تھا۔ بدیں سبب آپ ﷺ کے انداز گفتگو کی نظیر عالمی ادب میں کہیں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نہایت موزوں فقرے جچے تلے الفاظ کی حامل، مربوط ومکمل اور نہایت گہری لیکن جامع اور مختصر بات کیا کرتے تھے۔ انداز ایسا دل نشین کہ ہر بات خود بخود سامع کے دل میں اترتی چلی جاتی تھی۔ ذیل میں آپ ﷺ کے انداز تخاطب کے ممیّزات پیش کیے جارہے ہیں۔

عمومی انداز کلام:

حسن بن علی سے مروی ہے میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے پوچھا کہ آنحضور ﷺ کے کلام کے خصائص بتائیں کو بتایا تو حضور ﷺ زیادہ تر تفکر وحزن کے عالم میں رہتے تھے... بلاضرورت بات نہیں کیا کرتے تھے۔ دیر تک خاموش رہتے۔ از اول تا آخر بات پورے منہ سے کرتے تھے۔ یعنی صرف منہ کے کنارے سے نہیں بولتے تھے۔ جامع اور

دوٹوک کلمات کہتے تھے۔ جن میں فضول گوئی ہوتی نہ کوتاہی، نرم خو تھے، جفاجو اور حقیر نہیں، نعمت معمولی ہوتی تو اس کی (بھی) تعظیم کرتے۔ جب اشارہ فرماتے تو پوری ہتھیلی سے اشارہ فرماتے۔ تعجب کے وقت ہتھیلی پلٹتے تھے۔ جب غضب ناک ہوتے تو رخ پھیر لیتے اور جب خوش ہوتے تو نگاہ پست فرما لیتے۔ آپ کی بیش تر ہنسی تبسم کی صورت میں تھی۔ مسکراتے تو دانت اولوں کی طرح چمکتے تھے... سب اہل مجلس پر برابر توجہ فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ کا کوئی بھی جلیس یہ محسوس نہیں کرتا تھا کہ کوئی شخص اس سے زیادہ آپ ﷺ کے نزدیک باعزت ہے۔ کوئی آپ ﷺ کے پاس کسی ضرورت سے بیٹھتا تو آپ ﷺ بہت صبر سے اس کے لیے رکے رہتے۔ تاآنکہ وہ خود واپس ہو جاتا (تب آپ ﷺ توجہ کسی اور سمت کرتے تھے)۔ آپ ﷺ کی مجلس حلم و حیا اور صبر و امانت کی مجلس تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہیں کی جاتی تھیں۔ نہ حرمتوں پر عیب لگتے تھے تمام مخلوق میں آپ ﷺ افصح تھے۔ نہایت شیریں زبان اور حُسن کلام میں لاثانی، آپ ﷺ کا کلام قلوب کو مسخر کر دیتا۔ اس کی شہادت آپ کے اعداء بھی دیتے تھے اور آج بھی دیتے ہیں۔ آپ ﷺ لایعنی گفتگو سے اجتناب فرماتے لیکن آپ ﷺ سے کوئی شخص بات کرنا چاہتا تو آپ نہایت صبر و حوصلے سے اس کی پوری بات سنتے تھے۔ جب تک مخاطب خود آپ ﷺ سے الگ نہ ہوتا آپ ﷺ اس کی جانب متوجہ رہتے۔ یہ آپ ﷺ کے طرزِ گفتگو کا عدیم النظیر پہلو ہے۔ (۳۳)۔

حکمت و دانائی، پیغمبرانہ جلال و جمال، عظمت و شکوہ رسالت کے باوصف سلاست و روانی کلام کا یہ عالم تھا کہ باآسانی سمجھ میں آجاتا تھا۔ آپ ﷺ کا لہجہ نہایت مناسب ہوتا۔ آواز نہ اتنی پست کہ کوئی سن ہی نہ سکے اور نہ اتنی بلند کہ اس سے گونج پیدا ہو۔ الفاظ، جملے اتنے ٹھہر ٹھہر کر ادا فرماتے کہ مخاطب ایک لفظ نہ صرف سن لے بلکہ لوحِ دماغ پر نقش بھی کرلے۔ اور اگر کوئی متعلقہ سوال ہو تو موقعہ پر ہی پوچھ لے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ”رسول ﷺ کی گفتگو تمہاری طرح تیز اور مسلسل نہیں ہوتی تھی۔ آپ ﷺ دھیرے بولتے تھے۔ مضمون اس قدر سادہ کہ اور واضح کہ سننے والے اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلیتے تھے۔“ (۳۴)۔ ایک روایت کے مطابق اگر کوئی سامع چاہتا تو آنحضور ﷺ کے الفاظ حفظ کر سکتا تھا (۳۵)۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ: آپ ﷺ کے کلام میں ترسیل یا ترتیل ہوتی تھی (۳۶)۔ اسی طرح روایت کیا گیا کہ آپ ﷺ جب بات کرتے تو تین تین مرتبہ اس کو دہراتے تاکہ سننے والے کو اچھی طرح سمجھ آجائے (۳۷)۔ اثنائے کلام میں تاکید کے لیے اللہ کی قسم بھی کھاتے تھے مثلاً حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے: ”آنجناب ﷺ کتنے ہی مواقع پر فرمایا کرتے تھے: ”لا، ومقلب القلوب“ (۳۸)۔

آپ ﷺ محض زبانی بیان پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ عملی نمونہ بھی پیش فرماتے تاکہ تاثیر کلام میں اضافہ ہوسکے۔ مثلاً حضرت علیؓ سے روایت ہے: ”اخذ رسول اللہ حریرًا بشمالہ وذھباً بیمینہ ثم رفع بھما بیدیہ فقال ان ھذین حرام علی ذکور امتی حل لاناثھم۔“ (۳۹)۔ نبی ﷺ نے ریشم لے کر اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا اور سونا لے کر اسے اپنے بائیں ہاتھ میں رکھا پھر دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھایا اور فرمایا ”یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں پر حلال ہیں۔“ اسی طرح ایک بار ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: کیف الطھور؟۔ آپ ﷺ نے برتن میں پانی منگوایا اور پورا وضو کرکے دکھایا تاکہ پوچھنے والا عملی طور پر طریقۂ وضو سیکھ لے۔ چنانچہ وضو مکمل کرکے فرمایا: فمن زاد عن ھذا او نقص فقد تعدی وظلم (۴۰)۔ ”پس جس نے اس سے زیادہ کیا اس میں کچھ کمی کی اس نے ظلم و زیادتی کی۔“ مثال دینے اور اپنی بات کو حاضرین مجلس کے دلوں پر نقش کرنے کے لیے آپ ﷺ ہاتھ کے اشاروں سے بھی کام لیا کرتے تھے مثلاً: ”میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دونوں انگلیوں کی طرح ہوں گے۔ یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے

درمیانی انگلی اور شہادت والی انگلی سے اشارہ فرمایا(۴۱)۔ایک بار سفیان بن عبداللہ ثقفی نے دریافت کیا، یا رسول اللہ یہ فرمایئے کہ آپ ﷺ کی نظر میں میرے لیے کون سی چیز زیادہ خطرناک ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے جواباً اپنی زبان اپنے ہاتھ سے پکڑی اور فرمایا یہ (۴۲)۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے اہل بادیہ میں سے ایک شخص آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صلوٰۃ اللیل کے متعلق دریافت کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے اشارہ کرکے بتایا کہ دو دو وتر ایک رکعت ہوگا اواخر لیل میں (۴۳)۔ اپنی بات ذہن نشین کرانے کے لیے بعض اوقات آپ ﷺ تصویر کشی، منظر کشی بھی کرتے تھے۔ گویا مجالس رسول Pratical Lab کی حیثیت رکھتی تھیں۔

دوران کلام آپ ﷺ اکثر آسمان کی جانب نگاہ اٹھاتے تھے۔ عبداللہ بن سلام سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ دوران گفتگو اکثر آسمان کی جانب دیکھتے (۴۴)۔

ایک ماہر نفسیات کی مانند لوگوں کو اکتاہٹ و بیزاری سے بچانے کے لیے آپ ﷺ مختصر و جامع خطبات فرماتے۔ اپنے خطبات و مواعظ کو بالعموم، زیادہ طویل نہیں فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت جابر بن سمرۃ سے روایت ہے: كان رسول الله لا يطيل الموعظة يوم الجمعة انما هن كلمات يسيرات (۴۵)۔ "رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن خطبے کو طول نہیں دیتے تھے، وہ بس چند ہی کلمات ہوتے تھے۔" اسی اکتاہٹ و بیزاری سے بچانے کی خاطر آنحضور ﷺ روزانہ بلاناغہ درس و تدریس سے یا ایک ہی جیسی گفتگو سے گریز فرماتے تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: "حضور ﷺ ہماری حالت و طبیعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ فرمایا کرتے تھے بخوف اس بات کے کہ ہم اکتا نہ جائیں۔" (۴۶)۔ ایک منجھے ہوئے ماہر نفسیات ہونے کی رعایت سے ہی آپ ﷺ کا انداز تکلم مجالس میں بھی حالات، ماحول اور مقامات کے اختلاف کے ساتھ مختلف رہا ہے۔ مثلاً جب کوہ صفا پر جاتے ہیں اور لوگوں کو اکٹھا کرنا مقصود ہے تو ارشاد ہوتا ہے: "یا صباحا" اس آواز کو سنتے ہی قریش کوہ صفا کے دامن میں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اب ان کی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے تمثیل فرماتے ہیں: "اے بنی عبدالمطلب، اے بنی فہر، اے کعب اگر میں کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر جرار تیار کھڑا ہے اور تم پر حملہ کرنے کے لیے پر تول رہا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کروگے۔" اس بیان پر سب پکار اٹھے۔ "کیوں نہیں۔ ہمیں یقین ہے ہم نے ہمیشہ آپ کو صادق پایا ہے۔" پھر ارشاد ہوتا ہے: "تو خوب غور سے سن لو میں تم کو ایک سخت المناک عذاب سے آگاہ کرنے اور ڈرانے آیا ہوں جو تمہارے بالکل سامنے ہے۔" (۴۷)۔ آپ ﷺ ہر ایک سے گفتگو کے دوران اس کی نفسیات کو مدنظر رکھتے تھے۔

اسی طرح آپ ﷺ مخاطب کے مقام و مرتبے کا لحاظ بھی رکھتے تھے۔ تمام اہل مجلس کو عزت و احترام ملتا تھا تاہم یہ بھی آپ ﷺ کی ہدایت بھی تھی اور آپ کا عمل بھی کہ لوگوں سے ان کے مراتب کے مطابق سلوک کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: ام المومنین حضرت عائشہؓ کے پاس سے سائل گزرا تو انھوں نے اسے روٹی کا ٹکڑا دیا۔ پھر ایک شخص جو معقول حلیے اور ملبوسات میں تھا وہ گزرا تو اسے تو اسے بٹھا کر کھانا پیش کیا۔ اس نے کھایا لوگوں نے اس امتیاز کی وجہ پوچھی تو وہ بولیں رسول اللہ نے فرمایا ہے: "ہر شخص کو اس کے مرتبے پر رکھو۔" (۴۸)

آپ ﷺ کو ہر قسم کے لوگوں سے واسطہ و سابقہ پڑتا تھا۔ ہر ایک نہ صرف مختلف ذہنی سطح کا حامل ہوتا تھا بلکہ مجلس رسول ﷺ میں حاضری کا مقصد و مدعا بھی ہر کسی کا مختلف ہوتا تھا۔ آنجناب ﷺ ان سبھی لوگوں کے ساتھ نہایت شفقت و محبت اور صبر و جرأت سے پیش آتے تھے۔ آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہونے والوں میں:

دین سے متعلق معلومات حاصل کرنے والے:

یعنی عرب بدو، دیہاتی، تاجر، مزدور کسان، رؤساء غرضیکہ ہر قسم کے لوگ آتے۔ آپ ﷺ ہر کسی سے اس طرح گفتگو فرماتے کہ کسی تشنگی کا امکان باقی نہ رہے۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ نجد کا ایک بدو مدینہ آیا۔ اپنا اونٹ مسجد نبوی ﷺ کے اندر لا کر باندھ دیا اور نہایت اکھڑ انداز میں مجلس رسول ﷺ میں آیا۔ آتے ہی نہایت درشت لہجے میں سوال کیا کون ہیں وہ بن عبدالمطلب؟ صحابہ نے اس کے درشت لہجے کو بہت محسوس کیا لیکن آنحضور ﷺ نے بہت تحمل سے فرمایا: ''میں ہوں''۔ وہ کہنے لگا: ''میں نجد سے آیا ہوں قبیلہ بنو سعد سے تعلق ہے۔ قبیلے والوں نے حقیقت حال معلوم کرنے کے لیے مجھے بھیجا ہے میں آپ ﷺ سے سوال کرنا چاہتا ہوں میرا لہجہ سخت اور درشت ہے میں سختی سے بات کروں گا آپ اسے محسوس نہ کریں۔'' رحمۃٌ للعالمین نے جواب دیا ''تمھیں جو پوچھنا ہے پوچھو میں دل پر میل نہیں لاؤں گا۔'' پھر وہ سوال کرتا رہا اور آپ ﷺ نہایت اطمینان بخش طریقے سے اس کے سوالوں کے جواب مرحمت فرماتے رہے۔ حالاں کہ سارے مکالمے میں اس کا لہجہ درشت ہی رہا۔ اس تحمل کا ثمرہ یہ ہوا کہ وہ شخص بے ساختہ پکار اٹھا: ''تو اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو صادق نبی بنایا ہے میں آپ ﷺ کی بتائی ہوئی باتوں میں کمی بیشی نہیں کروں گا۔ میں آپ ﷺ کا دین قبول کر چکا ہوں میں اپنی قوم کا قاصد ہوں۔ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ (۴۹)

مشرکین و کفار اور اہل کتاب:

یعنی محض تنگ کرنے، مزاحمت و مخالفت کرنے کے لیے حاضر ہونے والے لوگ جو غلط سلط سوال پوچھتے اور ایسے حیلے بہانے پیش کرتے جن کا مقصد محض ترغیب، تحریض یا غم و غصہ کا مظاہرہ ہوتا تھا۔

صحابہ کرام جو شب و روز تحصیل و تفہیم دین کے لیے حاضر خدمت ہوتے:

ان سے گفتگو کا انداز ہی اور ہوتا تھا۔ نیز ہر سائل کو اس کے مزاج، ضرورت و حالات کے پیش نظر جواب مرحمت ہوتا تھا۔

☆...آنجناب ﷺ کی فصاحت، خوش گفتاری، عمدہ اسلوب، سہل کلام، ایجاز و اختصار وغیرہ تو بے مثال ہے ہی تاہم کلام رسول ﷺ کا ایک اور بہت معجز اور بے مثال پہلو اور بھی تھا۔ اطراف و اکناف عرب سے آنے والے افراد جن کے اپنے اپنے لہجات تھے اور جن کے مابین بہت زیادہ تنوع تھا، ان سب کا احاطہ کسی ایک شخص کے لیے بہت مشکل تھا لیکن آپ ﷺ کے کلام کا تخصص یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ اس حوالہ سے بھی مہارت تامہ کے حامل تھے، آپ ﷺ کے پاس جس قبیلے کا کوئی شخص یا وفد آتا آپ ﷺ اس سے اسی کے لہجہ کے مطابق گفتگو فرماتے (۵۰)۔ آپ ﷺ کو عرب کے تمام لہجات کا علم عطا ہوا تھا، تمام لہجوں پر عبور تھا حتیٰ کہ بیرون مکہ سے آنے والوں سے آپ ﷺ کی گفتگو سن کر آپ ﷺ کے اصحاب اس کے متعلق سوال کرتے تھے۔ وطیفۃ الھندی، قطن بن حارثۃ العلیمی، اشعث بن قیس، وائل بن حجر الکندی، اقیال حمیر، ملوک یمن کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی گفتگو کا جائزہ لیں تو ایسے متعدد الفاظ ملتے ہیں جو اہل مکہ کے لیے نامانوس تھے۔ یہ آپ ﷺ کے عرب کے لہجوں پر عبور کی واضح دلیل ہے (۵۱)۔ کتب احادیث، سیر و تاریخ میں متعدد ایسی روایات موجود ہیں جن سے آنحضور ﷺ کا اپنی ابلاغ کی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے لوگوں تک واضح و سہل اور قابل فہم انداز میں بات پہنچا دینے کے لیے مخاطب کے لہجے کو مد نظر رکھنے اور اسی میں بات کرنے کے ثبوت ملتے ہیں، مثلاً: جب بنو نہد کا وفد آپ ﷺ کے پاس آیا اور انھوں نے آپ ﷺ سے اپنے لہجے میں بات کی تو آپ ﷺ نے انھی کے لہجہ میں ان کو جواب دیا اس موقع پر گفتگو جاری تھی، اہل مکہ کی اکثریت اسے نہ سمجھ سکی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے ان کو ایک مکتوب دیا، جس کے متن کا کچھ حصہ یہ ہے: ''لکم فی الوظیفة الفریضة ولکم الفارض والفریش مالم تضمروا اماقا ولم تفطسا رباقا، ولم تاکلوا الربا...'' اس متن میں وظیفہ، فریضۃ، الفارض، فریش، الاماق، الرباق سب اہل مکہ کے لیے غریب و نامانوس الفاظ

تھے۔اس موقع پر موجود سامعین میں حضرت علیؓ بھی موجود تھے۔انھوں نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ ہمارے اجداد ایک ہیں۔ ہم ایک ہی شہر میں پلے بڑھے تو آپ ﷺ عرب کے مختلف (لہجات) بولیاں بولنے والوں کو ان کی زبان میں جواب کیسے دیتے ہیں جب کہ ہم ان کے کلام کو سمجھ نہیں پاتے (۵۲)۔ تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا: ''ادبنی ربی فاحسن تادیبی'' (۵۳)۔ ایک اور موقع پر بالکل اسی قسم کا استفسار حضرت ابو بکرؓ نے کیا تو ان کو بھی یہی جواب ملا (۵۴)۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ آپ ہم سب سے افصح کیسے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: كانت لغة اسمعيل قد درست فجاء بها جبريل فحفطتها۔ (۵۵)

آپ ﷺ کے لوگوں سے انھی کے لہجے میں ہم کلام ہونے کی متعدد نظائر موجود ہیں مثلاً ایک بار قبیلہ بنو سعد کا ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا آپ ﷺ نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: ''ما اغناک الله فلا تسأل الناس شيئًا فان اليد العليا هى المنطيه واليد السفلى هى المنطاة۔'' (۵۶)۔ آپ ﷺ نے المعطیہ کی جگہ المنطیہ اور المعطاۃ کی جگہ المنطاۃ کے الفاظ استعمال کیے۔ کیونکہ ''ن'' کا ''ع'' سے ابدال بنو سعد کا لہجاتی تخصص تھا (۵۷)۔ ایک بار ایک بدو بلاد یمن سے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے سوال کیا: ''امن امبرا مصيام في امسفر'' سائل کا سوال اصل میں یہ تھا: ''امن البر الصيام فى السفر'' ''ل'' کے بجائے ''م'' بولنا اہل یمن کی عادت تھی۔ آپ ﷺ نے اسی کے مطابق '' من امبرا مصيام فى امسفر'' کے الفاظ سے اس کو جواب مرحمت فرمایا (۵۸)۔ اس قسم کی کچھ مثالیں قراءات قرآنیہ کے حوالے سے بھی ملتی ہیں۔ مثلاً آنحضور ﷺ کی جانب ایک قراءت منسوب کی جاتی ہے: انا انطيناک الکوثر يعنى انا اعطينک الکوثر (۵۹) یعنی قرآن کریم پڑھاتے وقت بھی آپ ﷺ نے لوگوں کے لہجات کی رعایت کو ملحوظ رکھا۔ اسی طرح ایک بار آپ ﷺ کو یا یحییٰ امالہ سے پڑھتے سنا گیا تو فرمایا یہ میرے ماموں (ننھیال) بنو سعد کی زبان ہے (۶۰)۔

گویا مخاطب کی ذہنی سطح کے ساتھ ساتھ اس کے لہجے کو بھی مد نظر رکھتے تھے۔ دوران گفتگو آنجناب ﷺ کوئی ایسا لفظ زبان سے نہیں نکالتے تھے جس سے مخاطب کوئی غلط تاثر لے اور اس کے اندر کسی قسم کی بے اطمینانی پیدا ہو۔ رسول رحمت ﷺ کی مجالس اس پر مغز طریق گفتگو کی مثالوں سے بھرپور ہیں۔ چنانچہ کسی کی کوتاہی نظر میں آتی تو اکثر اسے انفرادی طور پر متنبہ کرنے کے بجائے مشترکہ طور پر مجلس میں کہہ دیتے۔ مجمع سے خطاب کرتے ہوئے انفرادی غلطیوں کی اصلاح فرمادیتے مثلاً آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ کچھ افراد نے آپ ﷺ کی بتائی ہوئی عبادت کو تم سمجھ کر غلو اختیار کیا ہے۔ کسی نے کہا میں کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کسی نے عزم کیا میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔ کسی نے کہا میں بستر پر نہیں سوؤں گا۔ یہ معلوم ہونے پر آپ ﷺ براہِ راست مخاطب کرکے نہیں ٹوکا بلکہ مجمع عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ما بال اقوام يقول احدهم كذا وكذا ولكنى اصوم وافطر وانام واقوم و اتزوج النساء فمن رغب عن سنتى فليس منى۔ (۶۱) ''لوگوں کو کیا ہو گیا کہ ان میں سے کوئی یوں اور یوں کہتا ہے جب کہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ پس جس نے میرے طریقے سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔''

خواتین کی مجلس

عام طور پر ان مجالس سے مرد حضرات ہی زیادہ فیض یاب ہوتے تھے۔ خواتین کو یہ موقعہ نہیں ملتا تھا بریں سبب خواتین خدمت اقدس میں عرض گزار ہوئیں کہ ہمارے لیے خاص دن مقرر فرمایا جائے۔ آنحضرت نے یہ درخواست منظور فرمائی اور ان کے وعظ وارشاد کے لیے خاص دن مقرر ہوا۔ (۶۲)

جز و دوم : آداب مجلس و گفتگو :

سیرت النبی یا مجالس نبوی ﷺ سے درج ذیل آداب مجلس ماخوذ ہوتے ہیں :

۱۔ متقین و صدیقین کی صحبت و ہم نشینی اختیار کرنی چاہیے۔ فرمان رسول ﷺ ہے: " الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل " (۶۳)۔ "انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے پس دیکھو کہ تم کس سے دوستی رکھتے ہو۔" اور " مومن کے سوا کسی کو اپنا ہم نشین مت بناؤ اور تمہارا کھانا سوائے پرہیزگار آدمی کے کوئی نہ کھائے۔" (۶۴)

۲۔ مجلس میں آنے والے کسی شخص کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہونا ناپسندیدہ امر ہے۔ امام ترمذی نے ابو مجلز کا قول نقل کیا ہے کہ معاویہؓ باہر نکلے عبداللہ بن زبیرؓ اور ابن صفوانؓ انھیں دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو گئے تو معاویہؓ نے کہا تم دونوں بیٹھ جاؤ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: جو شخص یہ پسند کرے کہ لوگ اس کے سامنے باادب کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے (۶۵)۔ انسؓ سے مروی ہے کہ کوئی شخص صحابہ کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ سے زیادہ محبوب نہیں تھا۔ کہتے ہیں: " (لیکن) وہ لوگ آپ ﷺ کو دیکھ کر (ادباً) کھڑے نہ ہوتے تھے اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ اسے ناپسند کرتے ہیں۔ (۶۶)

۳۔ مجلس میں جہاں جگہ ملے بیٹھ جانا چاہیے کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر نہیں بیٹھنا چاہیے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ نہ بیٹھ جائے۔" (۶۷)

۴۔ مجلس میں سے اگر کوئی شخص اٹھ کر جائے اور پھر واپس آجائے تو وہ اپنی جگہ بیٹھنے کا زیادہ حق دار ہے۔ (۶۸)

۵۔ مجالس میں وسعت ہونی چاہیے۔ باہر سے آنے والے افراد کے لیے کشادگی، وسعت پیدا کی جانی چاہیے۔ حضرت ابو سعید الخدری سے روایت ہے: خیر المجالس او سعھا (۶۹)۔

۶۔ مجلس میں باہر سے آنے والوں، والے کو چاہیے کہ بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کرے۔ الالبانی نے حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: "جب تم میں سے کوئی مجلس میں آئے تو سلام کہے اور جب کھڑے ہونے کا ارادہ کرے تو سلام کرے کیونکہ پہلا سلام دوسرے سلام سے زیادہ افضل نہیں ہے۔ (۷۰)

۷۔ مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو تنگ کرکے، پھلانگ کے حلقہ کے وسط میں جا بیٹھنا سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔ حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے: رسول اللہ ﷺ نے اس پر لعنت فرمائی ہے جو حلقہ کے بیچ میں جا کر بیٹھے (۷۱)۔ جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی ﷺ کے پاس پہنچتے تو ہم میں سے ہر شخص وہاں بیٹھتا جہاں اسے جگہ ملتی (۷۲)۔

۸۔ دو افراد کے مابین بلا اجازت گھس جانا اور بیٹھنا ممنوع ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: "لا یجلس بین رجلین اِلّا باذنھما" (۷۳) یعنی "کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان گھس کر ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھے۔"

۹۔ دو آدمی تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں۔ حضرت عبداللہؓ سے مروی ہے نبی ﷺ نے فرمایا: جب تم تین افراد ہو تو دو آدمی اپنے تیسرے ساتھی کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں۔ کیونکہ یہ بات اسے پریشان کرے گی۔ (۷۴)

۱۰۔ مجلس میں بزرگوں کا احترام ملحوظ رکھا جائے۔ رافع بن خدیج اور سہل بن ابی خثمہ سے روایت ہے: عبداللہ بن سہل اور محیصہ بن مسعود خیبر سے آئے اور کھجور کے باغ میں ایک دوسرے سے بچھڑ گئے۔ عبداللہ بن سہل وہیں قتل کر دیئے گئے۔ پھر عبدالرحمٰن بن سہل اور مسعود کے دونوں بیٹے حویصہ اور محیصہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے مقتول ساتھی (عبداللہ) کے مقدمہ میں گفتگو کی۔ پہلے عبدالرحمٰن نے بولنا چاہا جو سب سے چھوٹے تھے۔ نبی کریم ﷺ

سے فرمایا کہ بڑے کی بڑائی کرو (ابن سعید نے اس کا مقصد یہ بیان کیا کہ جو بڑا ہے وہ گفتگو کرے) ...الخ۔ (۷۵)

۱۱۔ ہر مجلس کا آغاز و اختتام ذکر الٰہی سے ہونا چاہیے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے: ''ہر وہ کلام جس کی ابتدا الحمد للہ سے نہ ہو وہ ناقص و ناتمام ہے'' (۷۶)۔ اسی طرح کسی مجلس سے اٹھنے یا خاتمہ کے وقت ذکر الٰہی ضرور ہونا چاہیے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: جو لوگ بھی بغیر اللہ کو یاد کیے کسی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوں تو وہ ایسی مجلس سے اٹھے ہوتے ہیں جو مرے ہوئے گدھے کی لاش کی طرح بدبودار ہوتی ہے۔ اور وہ مجلس ان کے لیے (قیامت کے روز) باعثِ حسرت ہوگی'' (۷۷)۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے: ''جو شخص کسی جگہ بیٹھے اور وہ اس میں اللہ کا ذکر نہ کرے تو یہ بیٹھک اللہ کی طرف سے اس کے لیے باعث حسرت و نقصان ہوگی اور جو کسی جگہ لیٹے اور اس میں اللہ کو یاد نہ کرے تو یہ لیٹنا اس کے لیے اللہ کی طرف سے باعث حسرت و نقصان ہوگا'' (۷۸)۔ کسی بھی مجلس سے اٹھتے وقت کفارہ مجلس کی دعا بھی سکھائی گئی ہے۔ (۷۹)

۱۲۔ مجلس امانت ہوتی ہے لہٰذا راز داری کا خیال رکھنا چاہیے۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''مجلسیں امانت داری کے ساتھ ہیں (یعنی ایک مجلس کی بات دوسری جگہ جا کر بیان نہیں کرنی چاہیے) سوائے تین مجلسوں کے، ایک جس میں ناحق خون بہایا جائے، دوسری جس میں بدکاری کی جائے اور تیسری جس میں ناحق کسی کا مال لوٹا جائے۔ (۸۰)

۱۳۔ کوئی علمی و دینی مجلس ہو یا کسی خوشی غمی کے موقع پر ہونے والا اجتماع۔ کسی بھی نوعیت کی مجلس ہو اس میں تمام افراد کی عزت نفس کا خاص خیال رکھا جانا چاہیے۔ بقول بعضے ''بڑا انسان وہ ہے جس کی مجلس میں بیٹھ کر کوئی بھی خود کو چھوٹا محسوس نہ کرے۔'' مجالس رسول بالکل ایسے ہی منظر کی عکاسی کرتی ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ مجلس رسول میں ندامت سے بچانے کے لیے کسی فرد کا مخاطب یا نامزد کر کے اس کی غلطی یا خطا کا تذکرہ نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ تمام افراد معاشرہ کو ایک دوسرے کی تذلیل سے حتی الامکان گریز و پرہیز کرنا چاہیے۔

۱۴۔ سیدنا ابوسعید خدری سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مجلس تین قسم کی ہوتی ہیں۔ سلامتی والی، غنیمت والی اور بے تکی باتوں اور بک بک والی۔'' (۸۱)

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ مومنانہ فراست سے کام لیتے ہوئے سلامتی والی اور غنیمت والی مجالس کا انتخاب و اہتمام کریں۔ انہی کا انعقاد کریں۔

خلاصہ بحث:

انسان کی گفتگو اس کے باطن کا آئینہ ہوتی ہے۔ اسی گفتگو سے آپ دوست بھی بنا سکتے ہیں اور دشمن بھی۔ مندرجہ بالا معروضات کی روشنی میں بلاخوفِ تردید و ابطال کہا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ کا طرزِ تکلم تمام انبیاء، صلحاء، قائدین و سربراہان عالم میں ممتاز ترین ہے۔ اوراقِ تاریخ شاہد ہیں کہ مجلس رسول ﷺ میں لوگ اس حالت میں آتے ہیں کہ آنجناب کی جان کے درپے ہیں اور واپس لوٹتے ہیں تو یوں کہ دل ایمان کے نور سے منور ہے اور اب آنحضور ﷺ پر جان نثار کرنے کو آمادہ۔ حضرت رکانہؓ کے بیوی کو مجلس واحد میں طلاق دینے والی روایت (۸۱) اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دو افراد کی باہمی گفتگو بھی مجلس ہوتی ہے۔ اگر ہم سنت نبوی ﷺ کے تتبع میں اپنے طرزِ گفتگو کو سنت کے عین مطابق ڈھال لیں تو نہ صرف دورانِ خانہ خوش گوار اور پرامن تعلقات استوار ہوں گے بلکہ تمام معاشرے میں حسن ظن، افہام و تفہیم اور صلح و آشتی کی ایسی ہوا چلے گی جو مدنی معاشرے کی عکاسی کرے گی۔ نیز عالمی سطح پر تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینے کے لیے اسی انداز گفتگو کو اپنانا ناگزیر ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) ابن منظور محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت س ن، بذیل مادہ "ج ل س"؛ والزبیدی محب الدین، تاج العروس من جواھر القاموس، بذیل "ج ل س"۔ قرطبیؒ نے سورہ نمل آیت ۴۰ کے ذیل میں لکھا ہے "انا تیک بہ قبل ان تقوم من مقامک یعنی فی مجلسہ الذی یحکم فیہ" یعنی انھوں نے دربار کے لیے مجلس کا لفظ استعمال کیا ہے۔ دیکھیے: القرطبیؒ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع لاحکام القرآن، تحقیق عبداللہ بن عبدالمحسن ترکی، مؤسسۃ الرسالہ بیروت، طبع اول ۲۰۰۶ء، بذیل النمل ۴۰۔ نیز دیکھیے السیوطی جلال الدین ابوعبدالرحمٰن، الدرالمنثور فی التفسیر بالماثور، مرکز ہجر للبحوث والدراسات العربیۃ والاسلامیہ طبع اول ۲۰۰۳ء۔

(۲) ابوداؤد محمد بن سلیمان بن الاشعث، سنن، مشمولہ موسوعہ الکتب الستۃ، مطبوعہ دارالسلام ریاض ۲۰۰۰ء، کتاب الآداب باب فی نقل الحدیث، ح: ۴۸۶۹۔

(۳) ایضاً، ح: ۴۸۶۸۔

(۴) محمود شاکر، التاریخ الاسلامی، المکتب الاسلامی، ۱۳۹۹ھ، ج: ۲، ص: ۹۵۔

(۵) ابن سعد، محمد بن منیع، الطبقات الکبریٰ، ج: ۳، ص ۲۴۲، ۲۴۳۔

(۶) ابوالفضل عیاض بن موسیٰ، الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ، جائزہ الدبی الدولیۃ للقرآن الکریم، ۲۰۱۳ء، ص ۵۸۵۔

(۷) خفاجی احمد شہاب الدین، نسیم الریاض، دارالکتاب العربی، بیروت، س ن، ج: ۳، ص ۵۳۳

(۸) عبدالرحمٰن بن عبدالکریم الشیحہ، محمد رسول اللہ، ربوہ، س ن، ص: ۱۵۴ بعد (کتاب ھٰذا سے ماخوذ حوالہ محقق طاہر بن عاشور کا ہے)۔

(۹) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن سورۃ سنن، مشمولہ موسوعہ الکتب الستۃ، دارالسلام ریاض، ۲۰۰۰ء، کتاب العلم، ح: ۲۶۷۶

(۱۰) ابوعمار شیخ محمود المصری، سیرۃ الرسول، مکتبۃ الصفاء، طبع اول ۲۰۰۵ء، ص ۲۶۵

(۱۱) ابن الاثیر ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد، الکامل فی التاریخ، دارالکتاب العربی، بیروت ۲۰۱۲ء، ج: ۲، ص: ۱۴۱۔

(۱۲) ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج: ۱، ص: ۵۳۷۔

(۱۳) السمہودی نورالدین علی بن احمد، وفاء الوفاء بأ خبار دار المصطفیٰ، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید، دارالکتب العلمیۃ بیروت، طبع اول ۱۹۵۵ء، ج: ۲، ص: ۱۱۹۔ نیز دیکھیے: ترمذی، سنن، ح ۳۲۳۲، صحیح ابن حبان، ح: ۱۹۶۵۔

(۱۴) بخاری، جامع، ح: ۷۰۹۷۔

(۱۵) مثلاً دیکھیے بخاری، جامع، کتاب الاطعمہ، ح: ۵۴۵۰۔

(۱۶) شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، ادارہ اسلامیات، لاہور، طبع اول ۲۰۰۲ء، ج: ۱، جزودوم، ص ۵۱۴۔ وفاء الوفاء، ج: ۲، ص ۱۱۹۔

(۱۷) ابوداؤد، سنن، کتاب الآداب، ح: ۴۸۴۷۔

(۱۸) ایضاً، ح: ۴۸۵۰۔

(۱۹) ایضاً، ح: ۴۸۴۶۔

(۲۰) ترمذی ابوعیسیٰ محمد بن سورۃ، الشمائل المحمدیہ، داراحیاء التراث العربی بیروت، س ن، ص: ۹۱

(۲۱) ترمذی، سنن، ح: ۱۹۰۲۔
(۲۲) السمھودی، وفاء الوفاء، ج ۲، ص ۱۱۹
(۲۳) ترمذی ابو عیسیٰ محمد بن سورۃ، سنن، کتاب العلم، ح: ۲۶۷۶۔
(۲۴) بخاری ابو عبداللہ محمد بن اسمٰعیل، جامع الصحیح، مشمولہ موسوعہ الکتب الستۃ، مطبوعہ دارالسلام ریاض، ۲۰۰۰ء، کتاب مواقیت، باب الصلوٰت الخمس کفارۃ، ح: ۵۲۸۔
(۲۵) احمد، مسند، ح: ۲۲۲۳۵۔
(۲۶) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، ح: ۱۰۱۔
(۲۷) عیاض، الشفاء، ج: ۱، ص ۱۱۹۔
(۲۸) ترمذی، سنن، ابواب الادب، ح: ۲۸۵۰۔
(۲۹) السمھودی، وفاء الوفاء، ج: ۱، ص ۲۱۹۔
(۳۰) ابن ابی شیبہ، الکتاب المصنف، ح ۲۶۰۱۱۔
(۳۱) احمد، مسند، ح: ۱۳۱۱۱۔
(۳۲) مثلاً دیکھیے: مہدی رزق اللہ احمد، صفوۃ السیرۃ النبویہ فی سیرۃ خیرالبریۃ، وزارۃ الشئون الاسلامیہ، مملکۃ العربیہ السعودیہ، ۱۴۳۳ھ، ص: ۴۶۸؛ الکنانی عزالدین بن بدرالدین بن جماعۃ، المختصر الکبیر فی سیرۃ الرسول، مؤسسۃ الرسالۃ ۱۹۸۷ء، ص ۵۷؛ القحطانی سعید بن علی بن وہب، رحمۃ للعالمین، ریاض، طبع اول ۲۰۰۶ء، ص ۹۹ بعد۔
(۳۳) الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن سورۃ، الشمائل المحمدیۃ، تخریج و تعلیق محمد احمد حلاق، دار احیاء التراث العربی، بیروت، س ن، ۱۳۵، ص ۵؛ نیز دیکھیے: ابن قیم، زاد المعاد، ج: ۱، ص: ۱۷۵تا۱۷۷۔
(۳۴) ترمذی، الشمائل، ص: ۱۳۴۔
(۳۵) ابن قیم الجوزیہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر، زادالمعاد فی ھدی خیر العباد، مؤسسۃ الرسالۃ الطبعہ الثانیہ، ۱۹۹۸ء، ج: ۱، ص ۱۷۵۔۱۷۷۔
(۳۶) ابوداؤد، سنن، کتاب الآداب، ح: ۴۸۳۸۔
(۳۷) ابن حبان بترتیب الامیر علاء الدین فارسی، صحیح ابن حبان، دارالمعارف مصر، س ن، ح: ۴۸۵۔
(۳۸) بخاری، جامع الصحیح، ح: ۲۶۱۷
(۳۹) ابوداؤد، سنن، کتاب اللباس، باب فی الحریر للنساء، ح: ۴۰۵۷، سنن، کتاب اللباس، باب تحریم الذھب علی الرجال، ح: ۵۰۴۷۔
(۴۰) ابن ماجہ، سنن، کتاب الطھارۃ، باب ماجاء فی القصد فی الوضوء وکراھیۃ التعدی فیہ، ح: ۴۲۲۔
(۴۱) بخاری، سنن، کتاب الطلاق، باب اللعان، ح: ۵۳۰۴۔
(۴۲) ترمذی، سنن، کتاب الزھد، باب فی حفظ اللسان، ح: ۲۴۱۵
(۴۳) ابوداؤد، سنن، کتاب الاداب، ح: ۱۴۲۱۔
(۴۴) ابوداؤد، سنن، کتاب الادب، ح: ۴۸۳۷۔
(۴۵) ابوداؤد، سنن، کتاب الصلوٰۃ، باب اقصار الخطب، ح: ۱۱۰۷۔

(۴۶) بخاری، جامع الصحیح، کتاب العلم،

(۴۷) تمام کتب سیرت میں یہ واقعہ محفوظ ہے۔

(۴۸) ابوداؤد، سنن ، کتاب الآداب، ح: ۴۸۴۲

(۴۹) بخاری، جامع، کتاب العلم، ح: ۶۳

(۵۰) عبد الجواد بن سید ابراہیم و عفیفی انصار، تحفۃ الطلاب فی تاریخ الآداب، م ن ، س ن ، ص ۱۵؛ M.A Chaudary "Orientalism on variant reading of Quran. The case of Arthr Jeffery" in The American journal of Islamic social science, vol: No: , 1995, P:173۔

(۵۱) محمد ابوزہرۃ، خاتم النبیین، دارالفکر العربی، س ن ، ج: ۱، ص: ۱۹۰۔

(۵۲) ابن الجوزی ابوالفرج عبدالرحمٰن ، الوفا باحوال المصطفیٰ ، تحقیق مصطفیٰ عبدالواحد، المکتبہ النوریہ الرضویہ پاکستان، طبع دوم، ۱۹۷۷، ج: ۲، ص ۷۵۴۔

(۵۳) السیوطی جلال الدین ابوبکر عبدالرحمٰن بن ابی بکر الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر، شرکۃ مکتبہ ومطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، س ن ، ج: ۱، ص ۱۴۔ ۱۵۔

(۵۴) المتقی الھندی علی بن حسام الدین، کنز العمال فی السنن والاقوال، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۹۹۸ء ، ج: ۲، جزو ۱۱، ص ۱۸۶۔

(۵۵) ابن ابی شیبہ ابوبکر عبداللہ بن محمد، الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، دارالکتب العلمیہ ۲۰۰۰ء ، ج: ۱۱، ص ۱۰۸؛ المتقی الھندی، کنز العمال، ج: ۶، ص ۱۸۶، ۸۷۔

(۵۶) ابن ابی شیبہ، المصنف، ۱۱، ص ۱۰۸۔

(۵۷) ابراہیم انیس، فی اللھجات العربیہ، مکتبہ الانجلو المصریۃ القاہرہ، الطبعہ السادسہ، ۱۹۸۴ء، ص ۱۴۵۔

(۵۸) ابن منظور، لسان العرب، بذیل مادہ۔

(۵۹) الطبرانی حافظ ابوالقاسم سلیمن بن احمد، المعجم الکبیر، تحقیق حمدی عبدالمجید، شرکۃ معمل ومطبعہ الزھراء، عراق طبع دوم، س ن ، ج: ۲۳، ص: ۲۹۸۔

(۶۰) السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، مکتبہ مطبعہ البابی الحلبی مصر، س ن ، ج: ۱، ص ۹۳۔

(۶۱) بخاری، جامع، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ح: ۵۰۶۳۔

(۶۲) تفصیل کے لیے دیکھیے مثلاً: ابن کثیر ابی الفداء اسمٰعیل، البدایۃ والنھایۃ، دار ابن کثیر، دمشق، الطبعۃ الثانیہ ۲۰۱۰ء ، ج: ۶، ص ۷۵ بعد؛ بیہقی، دلائل النبوۃ ، ج: ۱، ص: ۲۸۶

(۶۳) ابوداؤد، سنن، کتاب الادب، ح: ۴۸۳۳۔

(۶۴) ایضاً، ح: ۴۸۳۲

(۶۵) ترمذی، سنن، کتاب الادب والاستیذان، ح: ۲۷۵۵

(۶۶) ایضاً، ح: ۲۷۵۴

(۶۷) ترمذی، سنن، ح: ۲۷۵۰

(۶۸) ابن ماجہ، سنن ، کتاب الآداب، ح: ۳۷۱۷۔

(۶۹) ابوداؤد، سنن، کتاب الآداب، ح: ۴۸۲۰۔

(۷۰) الالبانی محمد ناصر الدین، سلسلة الاحادیث الصحیحة، مکتبة المعارف للنشر والتوزیع، الریاض، س ن، ح: ۲۲۶۔

(۷۱) ابوداؤد، سنن ، کتاب الآداب، ح: ۴۸۲۸۔

(۷۲) الالبانی، سلسلة الاحادیث الصحیحة، ح: ۳۷۸۔

(۷۳) ابوداؤد، سنن، کتاب الادب، ح: ۸۸۴۔

(۷۴) احمد، مسند، ح: ۳۵۶۰۔

(۷۵) بخاری، جامع، کتاب الادب، ح: ۴۱۶، ۴۱۴۳۔

(۷۶) ابوداؤد، سنن ، کتاب الادب، ح: ۴۸۴۰۔

(۷۷) ایضاً، ح: ۴۸۵۵۔

(۷۸) ابوداؤد، سنن ، کتاب الآداب، باب فی نقل الحدیث: ح: ۴۸۵۵۔

(۷۹) احمد، مسند،

(۸۰) ابوداؤد، سنن ، کتاب الاداب، باب فی نقل الحدیث، ح: ۴۸۶۹؛ ۷۹: آپ نے کفارہ مجلس کی یہ دعا بھی سکھائی ہے: سبحانک اللھم وبحمدک ، اشھد أن لا إله إلاّ انت استغفرک واتوب الیک ، دیکھیے: الدارمی ابو محمد عبداللہ عبدالرحمٰن بن الفضل، المسند الجامع، دارالبشائر الاسلامیہ، طبع اوّل، ۲۰۱۳ء، ح: ۲۸۶۲

(۸۱) احمد، مسند، ح: ۹۴۹۰۔

(۸۲) ابوداؤد، سنن ، ح: ۲۱۹۶

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆